71

دنیا پر دین کو مقدم رکھیں

(فرمودہ ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

انسان کی پیدائش کے ساتھ ایسی ضروریات اس کے ساتھ لگا کر جن کے بغیر اس کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی اور جن ضروریات کے پورا ہوئے بغیر اس کو اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ اس کا ایک کام یہ بھی ہے کہ دنیا میں رہ کر اس پر غور کرے اور مادی ترقیات میں بھی اپنی طاقتوں کو خرچ کرے مثلاً انسان اگر کھانے پینے کا محتاج نہ ہو۔ یا اگر اس کی زبان میں مزا نہ رکھا جاتا تو سینکڑوں قسم کے کھانے جو ایجاد ہوئے ہیں انکی کوئی قدر نہ کرتا۔ یہ نہیں ہوتا کہ آسمان سے لسٹ بن کر آجائے کہ فلاں ملک میں فلاں غلہ پیدا ہوتا ہے اور فلاں ملک میں فلاں۔ بلکہ انسان محنت اور توجہ اور غور سے دریافت کرے کہ فلاں ملک میں کونسا غلہ ہوتا ہے۔ اور فلاں غلہ کس جگہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ تمام پھل، پھول، غلے، ترکاریاں، مونگ، ماش، موٹھ وغیرہ کس طرح دریافت ہوئے اسی طرح کہ انسان زبان کے مزے کے لئے ان چیزوں کو دیکھتا تھا۔ جو چیزیں اچھی معلوم ہوتیں ان کو کاشت کرنے کے ذرائع سوچتا اور معلوم کرتا تھا۔ اور کرتا ہے۔ پہاڑ پر جاؤ وہاں پر طرح طرح کی بوٹیاں اگی ہوئی ہوں گی کئی دیکھنے والوں کا دل چاہتا ہے کہ ان کو چکھ کر دیکھیں۔ اور اس طرح کئی اور کھانے کی چیزیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ یا بعض بوٹیوں کے کھانے سے جو جسم پر اثر ہوتا ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ فلاں فلاں مرض میں مفید ہو سکتی ہیں۔ جتنے درخت اور پھل ہیں وہ اسی طرح معلوم ہوئے کہ پہلے ان کو زبان کے مزے کے لئے چکھا گیا۔ اور پھر ان کو کاشت کرنے کے ذرائع معلوم کئے گئے۔ انسان کی ابتدائی حالت بالکل بچے کی حالت کے مشابہ ہے۔ جس طرح بچے کے سامنے جو چیز آتی ہے وہ اس کو منہ میں ڈال لیتا ہے۔ اسی طرح انسان کی بھی یہی حالت تھی کہ وہ ہر ایک چیز کو منہ میں ڈالتا اور اس کے متعلق تجارب کرتا تھا۔ ان تجارب کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں قسم کے پھل اور غلے اور کھانے نکل آئے۔

پھر جب انسان نے غلوں کو کھانا شروع کیا۔ گیہوں اور چاول کثرت سے کھانے میں آنے لگے تو گیہوں نے الگ اثر کیا اور چاول نے الگ اثر کیا۔ اور چاول کی زیادتی سے بادی ہونے لگی اور لوگوں کے جگر خراب ہونے لگے یا کسی اور چیز کے کھانے سے پیٹ میں درد ہوا تو علاج کی طرف توجہ ہوئی چونکہ بعض بوٹیوں کے مفید اثرات بھی ان تجارب میں معلوم ہوئے ان کو ان بیماریوں کے دور کرنے کے لئے استعمال کیا جانے لگا اور علم طب پیدا ہو گیا۔ اگر زبان کا مزا نہ ہوتا تو انسان محض پیٹ بھرنے سے غرض رکھتا۔ لیکن پیٹ نہیں بتایا کرتا کہ فلاں چیز کھانی چاہیئے یا فلاں سے پرہیز کرنا چاہیئے یا فلاں چیز مزیدار ہے۔ اور فلاں نہیں۔ چونکہ زبان میں مزا رکھا گیا ہے اس لئے وہ مختلف مزوں کی چیزیں طلب کرتی ہے جس وجہ سے مختلف غذائیں نکلتی ہیں اور مختلف غذاؤں کے بد اثرات کو دور کرنے کے لئے مختلف دوائیں بھی نکل آتی ہیں۔ اسی طرح حساب کا علم بھی مختلف ضروریات کے پورا کرنے کے لئے نکل آیا مثلاً کھانے پینے سے یہ مدد اس علم کو ملی کہ مرکب غذاؤں اور دواؤں کی آپس میں کیا نسبت ہو۔ یا مختلف رنگوں کے پھولوں' پھلوں اور بیل بوٹوں اور مناظر سے آنکھوں کو فرحت ہوئی پھر خوش آوازوں سے کانوں نے لذت حاصل کی۔ ان حواس خمسہ کے ذریعہ جس کے متعلق اب تحقیقات کے ذریعہ معلوم ہوا پانچ نہیں زیادہ ہیں' علوم نے ترقی کی غرض بعض حواس اور ان کے مطالبات کو پورا کرنے کے لئے اس قدر سامان اسی لئے دیئے گئے ہیں کہ انسان ان خزائن کے دریافت کرنے کی طرف بھی توجہ دے جو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں مخفی رکھے ہیں۔

مگر کیوں توجہ دے؟ یہ ایک حکمت ہے۔ جس کا اس مضمون سے تعلق نہیں۔ لیکن منشاء الٰہی ہے کہ اپنی قوتوں کو ادھر بھی انسان لگائے۔ کھانے' پینے' ترقی کرنے کی خواہش' شہوات' میاں بیوی کے تعلقات کی طاقت' سردی گرمی کا احساس' سونے جاگنے کی خواہش' یہ سب خواہشیں ایسی ہیں کہ ان سے کوئی انسان بچتا نہیں۔ انسان میں ان خواہشات کے رکھنے سے خدا کا منشاء یہ ہے کہ انسان اپنا کچھ وقت ان چیزوں پر خرچ کرے۔ ہاں یہ منشاء نہیں کہ بالکل ادھر ہی لگ جائے۔

ایک شخص کے ہاں ایک مہمان آتا ہے وہ مہمان کے سامنے مختلف قسم کے کھانے رکھتا ہے۔ پلاؤ' گوشت' روٹی' اچار' مربہ وغیرہ میزبان کی خواہش ہوتی ہے کہ مہمان یہ سب کھانے کھائے۔ لیکن اگر مہمان ایک ہی چیز مثلاً اچار ہی کھائے اور دوسری چیزوں کو ہاتھ نہ لگائے تو میزبان خوش نہیں ہو سکتا۔ ہاں جو چیز میزبان مہمان کے لئے خصوصیت سے تیار کرتا ہے اس کے متعلق خواہش ہوتی ہے کہ مہمان اس کو زیادہ رغبت سے کھائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس نے اپنے بندے کے لئے جو چیز سب سے عمدہ تیار کی ہے بندہ اس کو زیادہ پسند کرے اور اس پر اپنا زیادہ وقت صرف کرے۔ باقی چیزیں بھی جس قدر ہیں۔ وہ بھی اس لئے ہیں کہ بندے ان سے حصہ لیں۔

حتیٰ کہ اس کے انبیاء بھی ان تمام خواہشوں سے حصہ لیتے ہیں جو ان میں رکھی گئی ہیں۔ لیکن وہ چیز جو اس نے زیادہ پسند کی ہے کہ بندے بھی اس کو پسند کریں۔ وہ اس کا دین ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ بھی اس کو زیادہ پسند کرے۔ ہمارے ملک میں پلاؤ سب سے اچھا کھانا سمجھا جاتا ہے جس طرح میزبان نہیں چاہتا کہ مہمان پلاؤ کو چھوڑ کر چٹنی کھائے۔ یا خشک روٹی کھائے۔ گو وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ یہ بالکل نہ کھائے بلکہ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ تمام کھانوں میں سے خاص کھانے کی طرف زیادہ توجہ کرے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس نے اپنے بندے کے لئے جو چیزیں پیدا کی ہیں ان سب کی طرف توجہ کرے مگر خصوصاً دین کی طرف زیادہ توجہ کرے لیکن انسان اور خدا کی دعوت میں ایک فرق ہے کیونکہ انسان جس شخص کی دعوت کرتا ہے وہ اس کے متعلق پورا واقف نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ اپنی دانست میں ایک عمدہ چیز پکواتا ہے مثلاً پلاؤ ہی تیار کرواتا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ ہیں جن کو بوجہ معدے کے کمزور ہونے کے چاول ہضم نہیں ہوتے۔ مگر میزبان نے اس کے لئے پلاؤ یا اور عمدہ کھانا پکایا ہوتا ہے مہمان اس کو نہیں کھا سکتا۔ اور وہ صرف شوربے اور چپاتی ہی کو کھاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ پلاؤ وغیرہ کھائے تو اس کو تکلیف ہوگی۔ اس صورت میں کوئی حرج نہیں اگر انسان اپنے میزبان کی دعوت میں سے عمدہ چیز کو چھوڑ دے۔ کیونکہ وہ اس کو کھانے سے معذور ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی دعوت میں یہ بات نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جس چیز کو زیادہ پسند کیا ہے وہ واقعی بہت اعلیٰ درجہ کی ہے اور سب چیزوں سے افضل اور بندے کے لئے مفید ہے۔ مگر بہت لوگ ہیں جو مذہب کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے پھر اس سے غافل ہوتے ہیں۔ اور دنیا کی خاطر دین کو قربان کرتے رہتے ہیں۔

دنیا کی اشیاء میں بھی فرق ہوتا ہے ایک کو ایک چیز زیادہ پسند ہوتی ہے۔ اور دوسرے کو دوسری بعض لوگ علوم دنیاوی کو ہر ایک چیز پر مقدم کرتے ہیں بعض کو مال سب سے زیادہ پسند ہوتا ہے بعض کو عزت، مثلاً اگر ایک شخص کو کہا جائے کہ تو ہزار روپیہ لے لے اور بازار میں جوتیاں کھا لے تو وہ کبھی پسند نہیں کرے گا۔ اور اکثر لوگ آرام کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ طالب علم بے شک آرام قربان کرکے علم حاصل کرتا ہے مگر اصل منشاء یہ ہوتا ہے کہ تھوڑا آرام قربان کرکے زیادہ آرام حاصل کرے۔ لیکن ان تمام دنیاوی نعمتوں سے زیادہ دین ہے ان اشیاء میں سے انسان اپنی خواہش کے مطابق چن سکتا ہے۔ مگر دین کو مقدم کرنا اس کا فرض ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ انسان اپنی تمام توجہ دنیا ہی میں خرچ نہ کرے بلکہ دنیا کی طرف بھی توجہ کرے مگر دین کی طرف زیادہ۔

کوئی نہیں کہتا کہ دنیا کو بالکل چھوڑ دو۔ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تھے۔ آپ کے اپنی بیویوں کے ساتھ تعلقات تھے۔ رشتہ داروں سے ملتے اور اظہار محبت کرتے تھے۔ کچھ وقت ان کاموں میں بھی صرف کرتے تھے۔ یہ کام دنیاوی ہیں دینی نہیں اور کوئی نبی نہیں جس نے اپنا کچھ وقت دنیا کے معاملات میں نہ لگایا ہو۔ اور یہ کوئی عیب نہیں بلکہ ایک حد تک ان معاملات میں وقت لگانا ضروری ہے۔ اور اگر ان امور میں وقت صرف نہ کیا جائے اور ہر وقت نمازیں ہی پڑھی جائیں اور روزے ہی رکھے جائیں تو شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک شخص ہمیشہ روزے رکھا کرتا تھا۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کا ایک خاص حصہ ہے جس میں وہ لوگ ڈالے جائیں گے جو ہمیشہ روزے رکھتے ہیں۔۱؎ نماز دین ہے لیکن سورج جس وقت چڑھ رہا ہو۔ یا سورج عین سر پر ہو نماز پڑھنا انسان کو شیطان بنا دیتا ہے۔ اس سے اسلام کا منشاء یہ ہے کہ انسان کا کوئی وقت نمازوں سے فارغ بھی رہنا چاہیئے کیونکہ وہ بھی قدرت کے احکام ہیں جن کا پورا کرنا ضروری ہے۔ لیکن اس کے باوجود جس وقت دین اور دنیا کا مقابلہ ہو۔ اس وقت دنیا سے خواہ کتنی ہی محبت ہو مومن کا فرض ہے ثابت کر دے۔ کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اس وقت دین کے لئے جو بھی قربانی کرنی پڑی وہ کردے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت امام حسن نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے فرمایا ہے۔ پھر کہا کہ خدا سے بھی محبت ہے فرمایا ہے۔ عرض کیا یہ تو شرک ہوا حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ نہیں جس وقت تمہاری محبت خدا کی محبت کے مقابلہ میں آجائے گی اس وقت میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔۲؎ اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں بھی انسان کو وقت لگانا چاہیئے لیکن جب دنیا دین کے مقابلہ میں آجائے تو پھر دنیا کو چھوڑ کر دین کا پہلو اختیار کر لینا چاہیئے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو کوئی دنیاوی تکلیف پہنچتی ہے یا نقصان ہوتا ہے اور اس کو دین پر شبہ ہوتا ہے یا کسی بڑے شخص سے لڑائی ہوتی ہے۔ تو اس لڑائی کے باعث حضرت مسیح موعود کے دعویٰ پر شک ہونے لگتا ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسے شخص نے دین کو دین سمجھ کر نہیں مانا تھا اور اس کا دیندار ہونے کا خیال غلط خیال تھا۔

میں نے یہ تمہید ایک خاص واقعہ کے متعلق بیان کی ہے۔ جو میں اب بتانا چاہتا ہوں۔ اور جس کے متعلق مجھے افسوس بھی ہے ممکن ہے بعض لوگ یہ کہیں کہ اس کو ظاہر کیوں کیا گیا۔ مگر میرا یہ خیال نہیں۔ جب لوگوں کا حق ہے تو پھر اسے کیوں چھپایا جائے۔ سٹور کا معاملہ ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے یہاں ایک سٹور قائم کیا گیا تھا۔ جماعت کے کچھ افراد نے اس میں روپیہ دیا تھا۔ مگر اس میں ایک حد تک بعض لوگوں کی بے احتیاطی سے یا قانون کے نقص سے نقصان ہوا ہے۔ جب تک

کسی کی بددیانتی ثابت نہ ہو میں بے احتیاطی ہی کہوں گا اس وقت جو نفع ہوا ہے اگر اس کو ملایا جائے تو کوئی نقصان نہیں۔ لیکن اگر اس نفع کو نفع ہی سمجھا جائے تو گھاٹا ہوا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ لوگوں میں کم ہمتی پیدا ہو گئی ہے۔ کیونکہ پہلی کوشش ہی میں اگر نقصان ہو تو اس سے کئی لوگوں کے حوصلے گر جاتے ہیں۔ اور ایک کھلا کھلا نقصان یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں بھی کچھ لوگوں کو ٹھوکر لگی ہے۔

میرے نام ایک خط آیا ہے جس میں لاہور کے کسی شخص کا نام ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ اس میں کسی قادیان کے شخص کا بھی دخل ہے۔ لفافہ پر پہلے ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر لکھا ہے۔ اور پھر اس کو کاٹ کر میرا پتہ لکھا گیا ہے۔ اور پھر ایڈیٹر اہل حدیث کو لکھا ہے کہ اس خط کو فوراً پہنچا دیں۔ اور اگر اس پر کچھ اعتراض ہو تو میں اس کا ذمہ وار ہوں۔ اور میں اس کا جواب دوں گا۔ یہ بات کہ یہ کسی احمدی کہلانے والے کا ہے اس سے معلوم ہوتی ہے کہ میرا نام خلیفۃ المسیح لکھا ہے اور پھر میری طرف لکھا ہے کہ میں اہل حدیث کو یہ خط بھیجنے لگا تھا۔ مگر آپ کو پہلے اس لئے بھیجتا ہوں کہ جماعت کی بدنامی نہ ہو۔ اور پھر اہل حدیث کے نام جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ قادیانیوں کی دیانت کا حال ہے جو دنیا میں بڑے بڑے دینداری کے دعوے دار ہیں اس کے بعد اس نے پہلے میری سٹور کے متعلق سفارش نقل کی ہے کہ جہاں تک میرا علم ہے سٹور کے کارکن دیانتدار ہیں۔ اس کو نقل کر کے کہا ہے کہ یہ ایک پھندا تھا جب روپیہ لوگوں نے دیا تو پھر روپیہ کھانا شروع کر دیا۔ اور کھاتے کھاتے یہاں تک پہنچایا کہ ساٹھ ہزار میں سے صرف ۱۸ ہزار باقی رہ گیا (یہ بات بالکل غلط ہے نقصان کم ہے اور سرمایہ زیادہ ہے) جو زمین سٹور کی باقی ہے وہ ایسی ہے کہ اس میں ہڑ (سیلاب) آتا ہے۔ یہ اس لئے کہ حصہ داران اس میں ڈوب مریں۔ پھر اس قسم کے اور لطائف لکھے ہیں اور لکھا ہے کہ کیوں نہ گھاٹا ہوتا۔ یہ لوگ اس میں سے روپیہ کھاتے رہے اپنے مال اور دوکانیں تیار کرتے رہے۔ پھر لکھا ہے کہ گھاٹا آنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کیونکہ جس نرخ پر اشیاء خریدتے تھے اس سے زیادہ نرخ پر بیچتے تھے۔

میں جہاں تک سمجھتا ہوں مضمون لکھنے والے کا منشاء یہ تھا کہ وہ اہل حدیث کو یہ مضمون بھیجے بلکہ اس نے یہ خط میرے ہی نام لکھا تھا اور اہل حدیث کا نام لکھ کر کاٹنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کے خیال میں جب ہم اہل حدیث کا نام لکھا دیکھیں گے تو کانپ جائیں گے۔ اور سمجھیں گے کہ اگر یہ خبر شائع ہو گئی تو فوراً ہمارا کاروبار درہم و برہم ہو جائے گا۔ لیکن خواہ اس کی کچھ نیت ہو مگر اب یہ واقعہ ضرور ایڈیٹر اہل حدیث کو اس خطبہ کے ذریعہ سے انشاء اللہ پہنچ جائے گا۔ اور اس سے اس خط لکھنے والے کو بھی تسلی ہو جائے گی اور اس کا یہ سہارا بھی ٹوٹ جائے گا کہ اگر ایڈیٹر اہل حدیث کو یہ خبر

پہنچ جائے تو خبر نہیں کیا ہو جائے گا۔

میں اس بات کو علی الاعلان سناتا ہوں تاکہ اہل حدیث کو بھی پہنچ جائے اور اس شخص کا دل خوش ہو جائے۔ اصل جھگڑے کا فیصلہ تو حصہ داران سٹور کریں گے میں ان کی رائے پر اثر نہیں ڈالتا اس معاملہ کو وہ خود طے کریں گے لیکن ان امور پر جو میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں یا سلسلہ پر اثر ڈالتے ہیں ان کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں اس خط میں اول میری سفارش نقل کی ہے میں نے اس میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک سٹور کا کام جن لوگوں نے شروع کیا ہے وہ دیانتدار ہیں اس عبارت پر جہاں تک میں غور کرتا ہوں مجھے اس میں کوئی اعتراض نظر نہیں آتا۔ اس میں کیا شک ہے کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں جب میں کوئی رائے دیتا ہوں تو وہ ان واقعات کی بنا پر ہوتی ہے جو میرے سامنے ہو رہے ہیں گو میں ان کو اب بھی دیانت دار ہی سمجھتا ہوں جب تک انکی بددیانتی ثابت نہ ہو جائے۔ لیکن میں پھر بھی کہتا ہوں کہ میں عالم الغیب نہیں۔ ضروری نہیں کہ میں کسی کی نسبت کوئی رائے دوں تو وہ ضرور درست ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون انسان ہو سکتا ہے مگر آپ بھی دنیاوی امور میں اپنی رائے کو حتمی نہ قرار دیتے تھے چنانچہ آتا ہے کہ مدینہ کے لوگ کھجوریں لگا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گذرے اور فرمایا کہ یوں کیوں لگاتے ہو اس طرح کیوں نہیں لگاتے۔ وہ لوگ اس رائے کو بھی ایک دینی مسئلہ سمجھے اور انہوں نے درخت اسی طرح لگا دیئے اس سال پھل نہ آنے پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور عرض کیا کہ حضور اس دفعہ تو پھل ہی پیدا نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے خیال کے مطابق ایک بات کہی تھی۔ یہ کوئی مذہبی بات تھوڑا ہی تھی کہ تم ضرور اس کو مانتے میں زمیندار نہیں ہوں تم اپنے دنیاوی امور کو زیادہ جانتے ہو۔۳۔ پس اگر ان کارکنوں کی بددیانتی ظاہر ہو جائے جن کی نسبت میں نے سفارش کی تھی۔ تو بھی کہا جائے گا کہ وہ میری رائے غلط تھی۔ اور یہ ایسی ہی غلطی ہوگی جیسی کہ رسول کریمؐ سے ہوئی تھی۔ اسی طرح احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آتے ہیں ممکن ہے کہ میں ایک شخص کی باتیں سن کر اس کے دھوکے میں آجاؤں اور اس کے حق میں فیصلہ کردوں لیکن اس شخص کو اس بات پر خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ میں نے اس کے حق میں فیصلہ کیا ہے کیونکہ وہ آگ کا ٹکڑا ہوگا جو میں اس کو دوں گا۔۴۔

پس اگر کسی شخص کو رسول کریمؐ دیانتدار اور سچا سمجھ سکتے ہیں جو درحقیقت دیانتدار اور سچا نہیں ہے تو پھر مجھ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے کہ میں بھی کسی شخص کو اچھا سمجھ لوں اور وہ اچھا نہ ہو پس میں نے اگر سٹور کے کارکنوں کو دیانت دار لکھ دیا۔ اور اب وہ تحقیقات کے بعد دیانت دار ثابت

نہ ہوں تو اس میں مجھ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے مجھ پر الزام تو تب آسکتا ہے جب میں خدائی کا دعوے دار ہوں اگر تحقیق سے ثابت ہو کہ کسی شخص کی بددیانتی سے سٹور کا نقصان ہوا ہے تو سب سے پہلا شخص میں ہونگا جو کہوں گا کہ مجرم کے خلاف مقدمہ چلا کر اس کو سزا دی جائے۔ لیکن جب تک وہ بددیانت اور خائن ثابت نہ ہوں میں ان کو ایسا نہیں کہہ سکتا ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ کچھ غلطی ضرور ہوئی ہے جس کے باعث نقصان ہوا ہے۔ ورنہ بددیانتی ثابت ہونے تک میں ان کو دیانت دار ہی کہوں گا۔

دوسری بات اس خط میں یہ لکھی ہے کہ گھاٹا ہوا وہ لکھتا ہے کہ اگر اپنا روپیہ ہوتا تو اس طرح نہ کیا جاتا۔ نادان آدمی غلطی میں پڑ کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کو معلوم نہیں کہ جن کے سرمائے اپنے ہوتے ہیں ان کو بھی نقصان ہو جایا کرتا ہے۔ میرے پاس اسٹور کی جو رپورٹ پہنچائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام رقم میں سے چوتھا حصہ نقصان ہوا ہے۔ اور تین حصہ سرمایا باقی ہے۔ اور اس کی بڑی وجہ حساب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ جن لوگوں کے اپنے سرمائے ہوتے ہیں ان کو بھی تجارت میں بڑے بڑے نقصان ہو جاتے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے ہیں اخبارات میں ایک تار چھپی تھی کہ ولایت کے دو شخصوں کو جن کا اپنا کاروبار تھا اور پینتالیس لاکھ کا سرمایہ تھا۔ اس قدر گھاٹا پڑ گیا کہ انکا دیوالیہ نکل گیا اور ۴۵ لاکھ میں س ے صرف سوا لاکھ بچا اگر سرکاری رپورٹوں اور عدالتوں کے ریکارڈوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ لوگوں نے لاکھوں روپے کی ذاتی سرمائے سے کام شروع کیا۔ اور بالآخر روپیہ میں سے ۲ر باقی رہ گئے پس تجارت میں جس طرح فائدہ ہوتا ہے نقصان بھی ہوتا ہے۔

آج انگریز جو تجارت ہی کے ذریعہ سے ہندوستان کے بادشاہ بنے بیٹھے ہیں ان لوگوں نے بھی تجارت میں شروع شروع میں بہت سے گھاٹے اٹھائے مگر ہمت نہ ہاری اور آخری تجارت نے ان کو بادشاہت تک دلادی تاجر اپنی ذات کے لئے روپیہ حاصل کرتا ہے۔ لیکن انہوں نے قوم کے لئے حکومت لی اگر شروع کی ناکامیوں پر ہمت ہار بیٹھتے تو اب تک اپنے ہی ملک میں رہتے اور ننگے بھوکے زندگی بسر کرتے اور ان کے جسموں پر بجائے کپڑے کے ہرنوں کی کھالیں بمشکل ستر ڈھانکنے کے لئے نظر آتیں اور ان کی حالت ہندوستانیوں سے بھی بدتر ہوتی۔ کیونکہ ہندوستان میں زراعت کثرت سے ہوتی ہے جس سے لوگ اپنا بھی پیٹ بھرتے ہیں اور باہر بھی غلہ بھیج دیتے ہیں مگر ان کے ملک میں اتنی زمین بھی نہ تھی کہ جس کی پیداوار ان کا پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہوتی۔ اس نقصان کا نام تو اس نے شرارت رکھ دیا لیکن امرتسر وغیرہ شہروں میں بڑے بڑے چمڑے کے تاجر ہیں جن کا ذاتی سرمایہ تھا اور ان کے لاکھ لاکھ روپیہ سے پچاس پچاس ہزار باقی رہ گئے ہیں کیا ان کے متعلق بھی کہا

جائے گا کہ انہوں نے بددیانتی کی تھی کہ ان کو گھاٹا ہوا۔

وہ شخص جس نے ثناء اللہ کو خط لکھنا چاہا وہ اپنے ایمان کی حالت کو سوچے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو مسلمان مل کر تجارت کرتے اور اس میں گھاٹا ہوتا اور ان میں سے ایک ابوجہل کے پاس بغرض فیصلہ مقدمہ لے جاتا۔ اور ابوجہل سے جاکر کہتا کہ اے ابوجہل دیکھ یہ ہے محمدؐ کی امت۔ ایسا کوئی واقعہ حدیث میں آتا تو ایسے شخص کے متعلق بتاؤ تم کیا کہتے ایسی روایت کو دیکھ کر جو کچھ اس شخص کو ایک مسلمان سمجھتا وہی ایک سچا احمدی اس شخص کو سمجھے گا۔ اصل میں لوگوں کی عادتوں کا بھی کاروبار پر اثر ہوتا ہے ایک ادنیٰ درجہ کا زمیندار بھی جو گیہوں کا فصل کاشت کرتے وقت دن رات محنت کرتا ہے۔ اور دو چار بیل بھی رکھتا ہے اور ان کو کھلاتا پلاتا ہے اور مہینوں محنت بھی کرتا ہے وہ کم و بیش تمام مصارف ملا کر اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے اور بیلوں وغیرہ کے اخراجات پر دو سو سے اوپر روپیہ خرچ کرتا ہے مگر فصل کے کاٹنے پر اس کو دس بیس من بھی دانے آجائیں تو وہ خوش رہتا ہے اور وہ اس بات کا مطلق خیال نہیں کرتا کہ دو سو روپیہ میں سے پچاس روپیہ آئے ہیں۔ لیکن اگر وہی زمیندار دو سو روپیہ تجارت میں لگا دے اور اس کو دس فیصدی گھاٹا آئے تو اس کو بڑا نقصان سمجھے گا۔ اسی طرح اگر تاجر زمین پر اتنا ہی روپیہ خرچ کرے۔ اور اس کو اتنا ہی گھاٹا آئے تو وہ کبھی اس کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ لیکن تجارت میں اس قسم کے گھاٹوں کی پروا نہیں کرے گا۔ غرض کاروبار پر عادتوں کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔

میں نے بتایا ہے کہ سٹور کی جو رپورٹ مجھے پہنچی ہے اس میں پچیس فیصدی گھاٹا ہے۔ اس کے متعلق تحقیقات ہوگی۔ اگر کوئی بددیانتی ثابت ہو تو میں کہوں گا جس کا قصور ہے اس کے خلاف بے شک مقدمہ چلاؤ۔ لیکن اس نقصان سے جماعت کے لوگوں میں کم ہمتی پیدا ہونا برا ہے اور پھر بے دینی پیدا ہونا اس سے بھی برا ہے۔ کیونکہ یہ صاف بے دینی ہے کہ اپنے جھگڑے کا فیصلہ ثناللہ کے پاس پہنچایا جائے۔ کاروبار میں گھاٹے ہوا ہی کرتے ہیں مثلاً جیساکہ میں نے تاجران چرم کے متعلق بتایا ہے ان کو بھی گھاٹے ہوئے لیکن وہ تجارت کے فن سے واقف ہو گئے ہیں وہ اس قسم کے گھاٹوں سے دل برداشتہ نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ تجارت کے واقف ہیں وہ گھاٹوں کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ ایک دفعہ کے گھاٹے سے سبق لیتے ہیں۔ اس لئے چاہئے تو یہ تھا کہ اگر گھاٹا ہوا تو اس سے سبق لیتے اور اگر قانون میں نقص تھا تو اس کو دور کرتے۔ عقل مند اگر دیکھتا ہے کہ مکان کے کسی حصہ میں نقص ہے تو وہ سارے مکان کو نہیں ڈھا دیتا۔ بلکہ اس حصہ کی اصلاح کر لیتا ہے۔ دیکھو انگریز لوگ یہاں سے اون لے جاتے ہیں یہاں ٹیکس دیتے ہیں کرایہ ریل اور جہاز دیتے ہیں اپنے ملک میں

ٹیکس دیتے ہیں پھر اپنے کارخانوں میں یہاں کی نسبت زیادہ اجرت دے کر بڑے مصارف کے بعد کپڑے تیار کر کے یہاں لاتے ہیں اور پھر اپنے مصارف کثیرہ کے بعد یہاں کپڑے کو اتنا سستا بیچتے ہیں کہ وہ ہندوستان میں اتنا سستا تیار نہیں ہو سکتا۔ اس میں یہی راز ہے کہ وہ لوگ تجارت کے کاروبار سے واقف ہو گئے ہیں۔

بالآخر میں کہتا ہوں کہ دین اور دنیا میں جو مراتب ہیں ان کو ملحوظ رکھنا چاہیئے دنیا کی طرف توجہ کرنی چاہیئے مگر اس قدر نہیں کہ دنیا کی خاطر دین بھی تباہ ہو جائے اور دنیا ہی دنیا انسان کے دل پر مستولی ہو جائے۔ بغیر تحقیقات کے میں ان لوگوں کو خائن نہیں کہہ سکتا جب تحقیقات ہو تو اگر کسی کا جرم ثابت ہو اس کو سزا دی جائے۔ ہاں میں نے اگر ان کو دیانت دار کہا اور وہ تحقیقات کے بعد بددیانت ثابت ہوں تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہو گا کہ میری رائے صحیح نہ تھی اور میں عالم الغیب نہ تھا۔ اور یہ بات میرے درجہ کے کم کرنے والی نہیں میرے آقا اور میرے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی جو بشریت تھی وہ مجھ میں کیوں نہ ہو مجھ میں تو ان سے لاکھوں گنے زیادہ ہونی چاہیئے اس خط کے مضمون میں اس قسم کے اشارات ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ وہ خط قادیان کا نہیں ہے تو کم از کم قادیان سے یہ خیالات پہنچائے گئے ہیں۔ یہ ایک کمزوری کی بات ہے دین و دنیا میں فرق کرو۔ یہ سچ ہے کہ نقصان ہو تو عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ دنیا کی خاطر دین ضائع کر دو۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا کے فرق کو سمجھنے کی توفیق دے۔

یاد رکھو کہ ہر ایک کام خیانت اور شرارت سے ہی خراب نہیں ہوا کرتا۔ بہت سے کام محض ناواقفی اور قوانین کے نقص یا بے احتیاطی سے بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ تجارت ہی میں کئی کروڑ پتی ایسے بھی ہوئے ہیں کہ گھاٹا پڑا اور روٹی کے محتاج ہو گئے حالات بدلنے سے لوگوں کی حالت متغیر ہو جاتی ہے جرمن کے ایک شخص نے اشتہار دیا کہ مجھے ایک عام کام کرنے والی عورت کی ضرورت ہے بہت سے درخواستیں آئیں ان میں ایک شہزادی کی بھی درخواست تھی۔ اس نے کون سے سٹور میں روپیہ ڈالا تھا۔ اور اس میں کس نے خیانت کی تھی؟ پس یہ گھاٹا شامت اعمال سے ہے اور اس شخص کو یا ایسے اشخاص کو جن کا ایمان گھاٹے کی وجہ سے متزلزل ہو استغفار کرنا چاہیئے اور خدا کے حضور جھکنا چاہیئے اور وہ طریق نہ اختیار کرنا چاہیئے کہ جس سے دین کا بھی نقصان ہو۔ بلکہ اس واقعہ سے سبق لیکر وہ رویہ اختیار کرنا چاہیئے کہ آئندہ نقصان نہ ہو۔

(الفضل ۲۳؍ نومبر ۱۹۲۲ء)

۱۔ مسند احمد بن حنبل جزو۴ ص ۴۱۴
۲۔ مسند احمد بن حنبل جزو۳ ص ۸۴
۳۔ مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ما قاله شرعاً دون ما ذکره صلعم من معایش الدنیا علی سبیل الرای
۴۔ بخاری کتاب الاحکام باب موعظة الامام للخصوم